نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

جب نبی ﷺ کے قتل کی مجرمانہ قرارداد طے ہو چکی تو حضرت جبریل علیہ السّلام اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی وحی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ ﷺ کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے اور یہ کہتے ہوئے ہجرت کے وقت کا تعین بھی فرما دیا کہ آپ ﷺ یہ رات اپنے اُس بستر پر نہ گذاریں جس پر اب تک گذارا کرتے تھے [1]

اس اطلاع کے بعد نبی ﷺ ٹھیک دوپہر کے وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تاکہ ان کے ساتھ ہجرت کے سارے پروگرام اور مرحلے طے فرمالیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ہم لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا' یہ رسول اللہ ﷺ سر ڈھانکے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ ﷺ تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ ابو بکرؓ نے کہا' میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ ﷺ اس وقت کسی اہم معاملے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اجازت طلب کی۔ آپؐ کو اجازت دی گئی اور آپ ﷺ اندر داخل ہوئے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا' "تمہارے پاس جو لوگ ہیں انہیں ہٹا دو"۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "بس آپؐ کی اہل خانہ ہی ہیں آپ ﷺ پر میرے باپ فدا ہوں اے اللہ کے رسول!" (ﷺ) آپ نے فرمایا: "اچھا تو مجھے روانگی کی اجازت مل چکی ہے"۔ ابو بکرؓ نے کہا' ساتھ..... اے اللہ کے رسولؐ! میرے باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ [2]

اس کے بعد ہجرت کا پروگرام طے کر کے رسول اللہ ﷺ اپنے گھر واپس تشریف لائے اور رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

---

[1] ابن ہشام ۱/۴۸۲، زاد المعاد ۲/۵۲ [2] صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ ۱/۵۵۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا گھیراؤ

ادھر قریش کے اکابر مجرمین نے اپنا سارا دن مکے کی پارلیمان دارالندوہ کی پہلے پہر کی طے کردہ قرارداد کے نفاذ کی تیاری میں گزارا اور اس مقصد کے لیے ان اکابر مجرمین میں سے گیارہ سردار منتخب کئے ۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱- ابوجہل بن ہشام ۲- حکم بن عاص

۳- عُقبہ بن ابی مُعیط ۴- نضر بن حارث

۵- اُمیہ بن خلف ۶- زمعہ بن الاسود

۷- طُعیمہ بن عدی ۸- ابولہب

۹- اُبیّ بن خلف ۱۰- نُبیہ بن الحجاج

۱۱- اور اس کا بھائی مُنبہ بن الحجاج [۳]

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رات ذرا تاریک ہوگئی تو یہ لوگ گھات لگا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیں تو یہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ [۴]

ان لوگوں کو پورا وثوق اور پختہ یقین تھا کہ ان کی یہ ناپاک سازش کامیاب ہو کر رہے گی یہاں تک کہ ابوجہل نے بڑے متکبرانہ اور پُرغرور انداز میں مذاق و استہزاء کرتے ہوئے اپنے گھیرا ڈالنے والے ساتھیوں سے کہا: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہو کر اس کی پیروی کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے، پھر مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے اردن کے باغات جیسی جنتیں ہوں گی۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ان کی طرف سے تمہارے اندر ذبح کے واقعات پیش آئیں گے۔ پھر تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے لیے آگ ہوگی جس میں جلائے جاؤ گے۔" [۵]

بہر حال اس سازش کے نفاذ کے لیے آدھی رات کے بعد کا وقت مقرر تھا اس لیے یہ لوگ جاگ کر رات گزار رہے تھے اور وقتِ مقررہ کے منتظر تھے، لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جسے بچانا چاہے کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور جسے پکڑنا چاہے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

---

[۳] زادالمعاد ۵۲/۲ [۴] ابن ہشام ۴۸۲/۱ [۵] ایضاً ۴۸۳/۱

اس موقع پر وہ کام کیا جسے ذیل کی آیتِ کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ (۸ : ۳۰)

"وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف سازش کر رہے تھے۔ تاکہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر کریں اور وہ لوگ داؤ چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤ چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر داؤ والا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھر چھوڑتے ہیں

بہر حال قریش اپنے پلان کے نفاذ کی انتہائی تیاری کے باوجود فاش ناکامی سے دوچار ہوئے، چنانچہ اس نازک ترین لمحے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی[۱] چادر اوڑھ کر سو رہو۔ تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔" رسول اللہ ﷺ یہی چادر اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔[۲]

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ مشرکین کی صفیں چیریں اور ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی لیکن اللہ نے ان کی نگاہیں پکڑ لیں اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے۔ اس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○ (۳۶ : ۹)

"ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کر دی پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا ہے اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔"

اس موقع پر کوئی بھی مشرک باقی نہ بچا جس کے سر پر آپ ﷺ نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے رات ہی رات یمن کا رخ کیا اور چند میل پر واقع ثور نامی پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے۔[۳]

---

[۱] حضرموت (جنوبی یمن) کی بنی ہوئی چادر حضرمی کہلاتی ہے۔

[۲] ابن ہشام ۱/۴۸۲، ۴۸۳۔ [۳] ایضاً ۱/۴۸۳۔ زاد المعاد ۲/۵۲

ادھر محاصرین وقتِ صفر کا انتظار کر رہے تھے لیکن اس سے ذرا پہلے انہیں اپنی ناکامی و نامرادی کا علم ہوگیا۔ ہُوا یہ کہ ان کے پاس ایک غیر متعلق شخص آیا اور انہیں آپ ﷺ کے دروازے پر دیکھ کر پوچھا کہ آپ لوگ کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) کا۔ اس نے کہا، "آپ لوگ ناکام و نامراد ہوئے۔ خدا کی قسم! محمد (ﷺ) تو آپ لوگوں کے پاس سے گزرے اور آپ کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اپنے کام کو گئے۔ انہوں نے کہا، بخدا! ہم نے تو انہیں نہیں دیکھا اور اس کے بعد اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اُٹھ پڑے۔

لیکن پھر دروازے کی دراز سے جھانک کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ کہنے لگے: خدا کی قسم! یہ تو محمد (ﷺ) سوئے پڑے ہیں۔ ان کے اوپر ان کی چادر موجود ہے چنانچہ یہ لوگ صبح تک وہیں ڈٹے رہے۔ ادھر صبح ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اُٹھے تو مشرکین کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے معلوم نہیں۔ [۹]

گھر سے غار تک

رسول اللہ ﷺ ۲۷ صفر ۱۴ نبوت مطابق ۱۲-۱۳ ستمبر ۶۲۲ء [۱۰] کی درمیانی رات اپنے مکان سے نکل کر جان و مال کے سلسلے میں اپنے سب سے قابلِ اعتماد ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تھے اور وہاں سے پچھواڑے کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے باہر کی راہ لی تھی تاکہ مکہ سے جلد از جلد یعنی طلوعِ فجر سے پہلے پہلے باہر نکل جائیں۔

چونکہ نبی ﷺ کو معلوم تھا کہ قریش پوری جانفشانی سے آپ ﷺ کی تلاش میں لگ جائیں گے اور جس راستے پر پہلے اُن کی نظر اُٹھے گی وہ مدینہ کا کاروانی راستہ ہوگا جو شمال کے رخ پر جاتا ہے اس لیے آپ ﷺ نے وہ راستہ اختیار کیا جو اس کے بالکل اُلٹ تھا یعنی یمن جانے والا راستہ جو مکہ کے جنوب میں واقع ہے۔ آپ ﷺ نے اس راستے پر کوئی پانچ میل

---

۹ ایضاً ایضاً

۱۰ رحمۃ للعالمین ۱/ ۹۵۔ صفر کا یہ مہینہ چودھویں سنہ نبوت کا اس وقت ہوگا جب سنہ کا آغاز محرم کے مہینے سے مانا جائے اور اگر سنہ کی ابتدا اسی مہینے سے کریں جس میں آپ ﷺ کو نبوت سے مشرف کیا گیا تھا تو صفر کا یہ مہینہ قطعی طور پر تیرہویں سنہ نبوت کا ہوگا۔ عام اہلِ سیر نے کہیں پہلا حساب اختیار کیا ہے اور کہیں دوسرا جسکی وجہ سے وہ واقعات کی ترتیب میں خبط اور غلطی میں پڑ گئے ہیں ہم نے سنہ کا آغاز محرم سے مانا ہے۔

کا فاصلہ طے کیا اور اس پہاڑ کے دامن میں پہنچے جو ثور کے نام سے معروف ہے۔ یہ نہایت بلند، پُرپیچ اور مشکل چڑھائی والا پہاڑ ہے۔ یہاں پتھر بھی بکثرت ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور کہا جاتا ہے کہ آپؐ نشانِ قدم چھپانے کے لیے پنجوں کے بل چل رہے تھے اس لیے آپ ﷺ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ بہر حال وجہ جو بھی رہی ہو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر آپ ﷺ کو اٹھا لیا اور دوڑتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار کے پاس جا پہنچے جو تاریخ میں غارِ ثور کے نام سے معروف ہے۔[۱۱]

غار میں غار کے پاس پہنچ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، "خدا کے لیے ابھی آپ ﷺ اس میں داخل نہ ہوں۔ پہلے میں داخل ہو کر دیکھے لیتا ہوں، اگر اس میں کوئی چیز ہوئی تو آپ ﷺ کے بجائے مجھے اس سے سابقہ پیش آئے گا۔" چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور غار کو صاف کیا۔ ایک جانب چند سوراخ تھے۔ جنہیں اپنا تہ بند پھاڑ کر بند کیا لیکن دو سوراخ باقی بچ رہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں پر اپنے پاؤں رکھ دیے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اندر تشریف لائیں۔ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔ ادھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں کسی چیز نے ڈس لیا مگر اس ڈر سے ہلے بھی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جاگ نہ جائیں۔ لیکن ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ٹپک گئے (اور آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی) آپ ﷺ نے فرمایا، "ابو بکرؓ تمہیں کیا ہوا؟" عرض کی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعابِ دہن لگا دیا اور تکلیف جاتی رہی۔[۱۲]

یہاں دونوں حضرات نے تین راتیں یعنی جمعہ، سنیچر اور اتوار کی راتیں چھپ کر گذاریں۔[۱۳] اس دوران ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہؓ بھی یہیں رات گذارتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ گہری سوجھ بوجھ کے مالک، سخن فہم نوجوان تھے۔ سحر کی تاریکی میں ان دونوں حضرات کے پاس سے چلے جاتے اور مکّہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا انہوں نے یہیں رات گذاری ہے پھر آپ دونوں کے خلاف سازش کی جو کوئی بات سنتے اُسے اچھی طرح یاد کر لیتے اور جب

---

[۱۱] رحمۃ للعالمین ۱/۹۵ مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ ص ۱۶۷

[۱۲] یہ بات رزین نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر یہ زہر پھوٹ پڑا (یعنی موت کے وقت اس کا اثر پلٹ آیا) اور یہی موت کا سبب بنا۔ دیکھئے مشکوٰۃ ۲/۵۵۶ باب مناقب ابی بکر۔

تاریکی گہری ہوجاتی تو اس کی خبرے کر غار میں پہنچ جاتے۔

ادھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامرؓ بن فُہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک حصہ گذر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح دونوں حضرات رات کو آسودہ ہو کر دودھ پی لیتے۔ پھر صبح تڑکے ہی عامرؓ بن فُہیرہ بکریاں ہانک کر چل دیتے۔ تینوں رات انہوں نے یہی کیا۔[۱۳] (مزید یہ کہ) عامرؓ بن فُہیرہ، حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد انہیں کے نشانات قدم پر بکریاں ہانکتے تھے تاکہ نشانات مٹ جائیں۔[۱۵]

قریش کی تگ ودو

اُدھر قریش کا یہ حال تھا کہ جب منصوبۂ قتل کی رات گذر گئی اور صبح کو یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تو ان پر گویا جنون طاری ہوگیا۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنا غصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اتارا آپ کو گھسیٹ کر خانہ کعبہ تک لے گئے اور ایک گھڑی زیرِ حراست رکھا کہ ممکن ہے ان دونوں کی خبر لگ جائے۔[۱۶] لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ حاصل نہ ہُوا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ برآمد ہوئیں۔ ان سے پوچھا تمہارے ابا کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا، بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میرے ابا کہاں ہیں۔ اس پر کمبخت خبیث ابوجہل نے ہاتھ اٹھا کر اُن کے رخسار پر اس زور کا تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی گر گئی۔[۱۷]

اس کے بعد قریش نے ایک ہنگامی اجلاس کرکے یہ طے کیا کہ ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل کام میں لائے جائیں؛ چنانچہ مکے سے نکلنے والے تمام راستوں پر خواہ وہ کسی بھی سمت جا رہا ہو نہایت کڑا مسلح پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اسی طرح یہ اعلان عام بھی کیا گیا کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حاضر کرے گا اسے ہر ایک کے بدلے سو اونٹوں کا گرانقدر انعام دیا جائے گا۔[۱۸] اس اعلان کے نتیجے میں سوار اور پیادے اور نشاناتِ قدم کے ماہر کھوجی نہایت سرگرمی سے تلاش میں لگ گئے اور پہاڑوں، وادیوں اور نشیب و فراز میں ہر طرف بکھر گئے؛ لیکن نتیجہ اور حاصل کچھ نہ رہا۔

تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک بھی پہنچے لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے چنانچہ صحیح بخاری

---

[۱۳] فتح الباری ۷/۲۳۶ [۱۴] صحیح بخاری ۱/۵۵۳، ۵۵۴ [۱۵] ابن ہشام ۱/۴۸۶
[۱۶] رحمۃ للعالمین ۱/۹۶ [۱۷] ابن ہشام ۱/۴۸۷ [۱۸] صحیح بخاری ۱/۵۵۴

میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نبی ﷺ کے ساتھ غار میں تھا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاؤں نظر آرہے ہیں۔ میں نے کہا' اے اللہ کے نبیؐ! اگر ان میں سے کوئی شخص محض اپنی نگاہ نیچی کردے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکرؓ! خاموش رہو (ہم) دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے"۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ ابوبکرؓ! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے' جن کا تیسرا اللہ ہے"[19]

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مشرف فرمایا چنانچہ تلاش کرنے والے اس وقت واپس چلے گئے جب آپؐ کے درمیان اور ان کے درمیان چند قدم سے زیادہ فاصلہ باقی نہ رہ گیا تھا۔

مدینہ کی راہ میں

جب جستجو کی آگ بجھ گئی، تلاش کی تگ و دو رک گئی اور تین روز کی مسلسل اور بے نتیجہ دوڑ دھوپ کے بعد قریش کے جوش و جذبات سرد پڑ گئے تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے لیے نکلنے کا عزم فرمایا۔ عبداللہ بن اریقط لیثی سے، جو صحرائی اور بیابانی راستوں کا ماہر تھا، پہلے ہی اجرت پر مدینہ پہنچانے کا معاملہ طے ہو چکا تھا۔ یہ شخص ابھی قریش ہی کے دین پر تھا لیکن قابلِ اطمینان تھا اس لیے سواریاں اس کے حوالے کر دی گئی تھیں اور طے ہُوا تھا کہ تین راتیں گذر جانے کے بعد وہ دونوں سواریاں لے کر غارِ ثور پہنچ جائے گا۔ چنانچہ جب دوشنبہ کی رات آئی جو ربیع الاوّل سنہ ۱ھ کی چاند رات تھی (مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) تو عبداللہ بن اریقط سواریاں لے کر آگیا اور اسی موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں افضل ترین اونٹنی پیش کرتے ہوئے گذارش کی کہ آپ میری ان دو سواریوں میں سے ایک قبول فرمالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیمتاً لوں گا"۔

ادھر اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی زادِ سفر لے کر آئیں مگر اس میں لٹکانے والا بندھن لگانا بھول گئیں۔ جب روانگی کا وقت آیا اور حضرت اسماءؓ نے توشہ لٹکانا چاہا تو دیکھا کہ اس میں بندھن ہی نہیں

---

[19] ایضاً ۱/۵۱۶، ۵۵۸۔ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اضطراب اپنی جان کے خوف سے نہ تھا بلکہ اس کا واحد سبب وہی تھا جو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب قیافہ شناسوں کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ پر آپ کا غم فزوں تر ہوگیا اور آپ نے کہا: کہ اگر میں مارا گیا تو میں محض ایک آدمی ہوں لیکن اگر آپؐ قتل کر دیے گئے تو پوری امت ہی غارت ہو جائے گی۔ اور اسی موقع پر ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ دیکھئے مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ ص ۱۶۸

ہے۔ انہوں نے اپنا پٹکا (کمر بند) کھولا اور دو حصوں میں چاک کرکے ایک میں توشہ لٹکا دیا اور دوسرا کمر میں باندھ لیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ذاتُ النطاقین پڑ گیا۔[۲۰]

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوچ فرمایا۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ رہنما عبداللہ بن اریقط نے ساحل کا راستہ اختیار کیا۔

غار سے روانہ ہو کر اس نے سب سے پہلے یمن کے رُخ پر چلایا اور جنوب کی سمت خوب دُور تک لے گیا پھر پچھم کی طرف مڑا اور ساحل سمندر کا رخ کیا؛ پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف مڑ گیا۔ یہ راستہ ساحلِ بحر احمر کے قریب ہی تھا اور اس پر شاذ و نادر ہی کوئی چلتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ اس راستے میں جن مقامات سے گذرے ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب راہنما آپ دونوں کو ساتھ لے کر نکلا تو زیریں مکہ سے لے چلا پھر ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا زیریں عُسفان سے راستہ کاٹا، پھر زیرین امج سے گذرتا ہوا آگے بڑھا، اور قدید پار کرنے کے بعد پھر راستہ کاٹا اور وہیں سے آگے بڑھتا ہوا خرار سے گذرا، پھر ثنیۃ المرۃ سے، پھر لقف سے پھر بیابان لقف سے گذرا، پھر مجاح کے بیابان میں پہنچا۔ اور وہاں سے ہو کر پھر مجاح کے موڑ سے گذرا پھر ذوالغضوین کے موڑ کے نشیب میں چلا پھر ذی کشر کی وادی میں داخل ہوا پھر جداجد کا رُخ کیا پھر اجرد پہنچا اور اس کے بعد بیابان تعہن کے اطراف کی وادیٔ ذوسلم سے گذرا۔ وہاں سے عبابید اور اسکے بعد فاجہ کا رُخ کیا پھر عرج میں اترا پھر رکوبہ کے داہنے ہاتھ ثنیۃ العائر میں چلا یہاں تک کہ وادی رئم میں اترا اور اسکے بعد قباء پہنچ گیا۔[۲۱]

آیئے! اب راستے کے چند واقعات بھی سُنتے چلیں۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ہم لوگ (غار سے نکل کر) رات بھر اور دن میں دوپہر تک چلتے رہے۔ جب ٹھیک دوپہر کا وقت ہو گیا راستہ خالی ہو گیا اور کوئی گذرنے والا نہ رہا تو ہمیں ایک لمبی چٹان دکھائی دی جس کے سائے پر دھوپ نہیں آئی تھی۔ ہم وہیں اُتر پڑے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے نبی ﷺ کے سونے کے لیے ایک جگہ برابر کی اور اس پر ایک پوستین بچھا کر گذارش کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ سو جائیں اور میں آپ کے گرد و پیش کی دیکھ بھال کئے لیتا ہوں۔ آپ ﷺ سو گئے اور میں آپ کے گرد و پیش کی دیکھ بھال کے لیے نکلا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا

---

[۲۰] صحیح البخاری ۱/۵۵۳، ۵۵۵، ابن ہشام ۱/۴۸۶

[۲۱] ابن ہشام ۱/۴۹۱، ۴۹۲

اپنی بکریاں لیے چٹان کی جانب چلا آرہا ہے۔ وہ بھی اس چٹان سے وہی چاہتا تھا جو ہم نے چاہا تھا۔ میں نے اُس سے کہا' اے جوان تم کس کے آدمی ہو؟ اس نے مکہ یا مدینہ کے کسی آدمی کا ذکر کیا۔ میں نے کہا' تمہاری بکریوں میں کچھ دودھ ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ میں نے کہا دوہ سکتا ہوں۔ اُس نے کہا ہاں! اور ایک بکری پکڑی۔ میں نے کہا ذرا تھن کو مٹی، بال اور تنکے وغیرہ سے صاف کرلو۔ پھر اس نے ایک کاب میں تھوڑا سا دودھ دوہا اور میرے پاس ایک چرمی لوٹا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کے پینے اور وضو کرنے کے لیے رکھ لیا تھا۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا لیکن گوارا نہ ہُوا کہ آپ کو بیدار کروں۔ چنانچہ جب آپ بیدار ہوئے تو میں آپؐ کے پاس آیا اور دودھ پر پانی انڈیلا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ ! پی لیجیے۔ آپؐ نے پیا یہاں تک کہ میں خوش ہوگیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا' کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے کہا' کیوں نہیں"؟ اس کے بعد ہم لوگ چل پڑے[۲۲]

۲۔ اس سفر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ نبی ﷺ کے ردیف رہا کرتے تھے یعنی سواری پر حضورؐ کے پیچھے بیٹھا کرتے تھے، چونکہ ان پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے اس لیے لوگوں کی توجہ انہیں کی طرف جاتی تھی۔ نبی ﷺ پر ابھی جوانی کے آثار غالب تھے اس لیے آپؐ کی طرف توجہ کم جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کسی آدمی سے سابقہ پڑتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھتا کہ یہ آپ کے آگے کون سا آدمی ہے؟ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا بڑا لطیف جواب دیتے) فرماتے "یہ آدمی مجھے راستہ بتاتا ہے"۔ اس سے سمجھنے والا سمجھتا کہ وہ یہی راستہ مراد لے رہے ہیں حالانکہ وہ خیر کا راستہ مراد لیتے تھے۔[۲۳]

۳۔ اسی سفر میں آپ ﷺ کا گذر اُمِّ مَعبَد خُزَاعیہ کے خیمے سے ہُوا۔ یہ ایک نمایاں اور توانا خاتون تھیں۔ ہاتھوں میں گھٹنے ڈالے خیمے کے صحن میں بیٹھی رہتیں اور آنے جانے والے کو کھلاتی پلاتی رہتیں۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ پاس میں کچھ ہے؟ بولیں: "بخدا ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ لوگوں کی میزبانی میں تنگی نہ ہوتی، بکریاں بھی دُور دراز ہیں"۔ یہ قحط کا زمانہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری ہے۔ فرمایا! "اُمِّ معبد! یہ کیسی بکری ہے"؟ بولیں: "اسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے چھوڑ رکھا ہے"۔ آپ ﷺ نے

---

[۲۲] صحیح البخاری ۱/۵۱۰ [۲۳] صحیح البخاری عن انس ۱/۵۵۶

دریافت کیا کہ اس میں کچھ دودھ ہے؟ بولیں: "وہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: "اجازت ہے کہ اسے دوہ لوں؟" بولیں "ہاں میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اگر تمہیں اس میں دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لو۔" اس گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس بکری کے تھن پہ ہاتھ پھیرا۔ اللہ کا نام لیا اور دُعا کی۔ بکری نے پاؤں پھیلا دئے۔ تھن میں بھرپور دودھ اُتر آیا۔ آپؐ نے اُمّ معبدؓ کا ایک بڑا سا برتن لیا جو ایک جماعت کو آسودہ کر سکتا تھا اور اس میں اتنا دوہا کہ جھاگ اُوپر آ گیا۔ پھر اُمّ معبدؓ کو پلایا۔ وہ پی کر شکم سیر ہو گئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ وہ بھی شکم سیر ہو گئے تو خود پیا۔ پھر اسی برتن میں دوبارہ اتنا دودھ دوہا کہ برتن بھر گیا اور اسے اُمّ معبدؓ کے پاس چھوڑ کر آگے چل پڑے۔

تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ان کے شوہر ابو معبدؓ اپنی کمزور بکریوں کو جو دُبلے پن کی وجہ سے مریل چال چل رہی تھیں، ہانکتے ہوئے آ پہنچے۔ دودھ دیکھا تو حیرت میں پڑ گئے۔ پوچھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ جبکہ بکریاں دور دراز تھیں اور گھر میں دودھ دینے والی بکری نہ تھی۔ بولیں: "بخدا کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ ہمارے پاس سے ایک بابرکت آدمی گذرا جس کی ایسی اور ایسی بات تھی اور یہ اور یہ حال تھا۔" ابو معبدؓ نے کہا یہ تو وہی صاحبِ قریش معلوم ہوتا ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اچھا ذرا اس کی کیفیت تو بیان کرو۔ اس پر اُمّ معبدؓ نے نہایت دلکش انداز سے آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپؐ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے ـــــ کتاب کے آخیر میں یہ اوصاف درج کئے جائیں گے ـــــ یہ اوصاف سن کر ابو معبدؓ نے کہا: "واللہ یہ تو وہی صاحبِ قریش ہے جس کے بارے میں لوگوں نے قسم قسم کی باتیں بیان کی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ آپ ﷺ کی رفاقت اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو ایسا ضرور کروں گا۔"

ادھر مکّے میں ایک آواز ابھری جسے لوگ سن رہے تھے مگر اس کا بولنے والا دکھائی نہیں پڑ رہا تھا۔ آواز یہ تھی۔

جزى الله رب العرش خير جزائه	رفيقين حلا خيمتي ام معبد
هما نزلا بالبر وارتحلا به	وافلح من امسى رفيق محمّد
فيا لقصيّ مازوى الله عنكم	به من فعال لايجازى وسؤدد
ليهن بني كعب مكان فتاتهم	ومقعدها للمومنين بمرصد
سلوا اختكم عن شاتها وانائها	فانكم ان تسألوا الشاة تشهد

"اللہ رب العرش ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے جو اُمِّ معبد کے خیمے میں نازل ہوئے۔ وہ دونوں خیر کے ساتھ اُترے اور خیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور جو محمد ﷺ کا رفیق ہُوا وہ کامیاب ہُوا۔ ہائے قُصَی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں تم سے سمیٹ لیں۔ بنوکعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پُوچھو۔ تم اگر خود بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہمیں معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کدھر کا رخ فرمایا ہے کہ ایک جن زیریں مکّہ سے یہ اشعار پڑھتا ہُوا آیا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، اس کی آواز سن رہے تھے لیکن خود اسے نہیں دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ وہ بالائی مکّہ سے نکل گیا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے اس کی بات سنی تو ہمیں معلوم ہُوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کدھر کا رُخ فرمایا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا رُخ مدینہ کی جانب ہے۔[۲۴]

۴۔ راستے میں سُراقہ بن مالک نے تعاقب کیا اور اس واقعے کو خود سُراقہ نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "مَیں اپنی قوم بنی مُدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آکر ہمارے پاس کھڑا ہُوا اور ہم بیٹھے تھے۔ اس نے کہا' اے سُراقہ! میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں۔ سُراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا یہ وہی لوگ ہیں، لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں بلکہ تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذر کر گئے ہیں۔ پھر میں مجلس میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد اٹھ کر اندر گیا اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرا گھوڑا نکالے اور ٹیلے کے پیچھے روک کر میرا انتظار کرے۔ ادھر میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کے پچھواڑے سے باہر نکلا۔ لاٹھی کا ایک سرا زمین پر گھسیٹ رہا تھا اور دوسرا اوپری سرا نیچے کر رکھا تھا۔ اس طرح میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ حسبِ معمول مجھے لے کر دوڑ رہا ہے یہاں تک کہ میں ان کے قریب آ گیا۔ اس کے بعد گھوڑا مجھ سمیت پھسلا اور مَیں اس سے گر گیا۔ مَیں نے اُٹھ کر ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پانسے کے تیر نکال کر یہ جاننا چاہا کہ مَیں انہیں ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں تو وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا، لیکن

---

[۲۴] زاد المعاد ۲/ ۵۳، ۵۴۔ بنو خزاعہ کی آبادی کے محل وقوع کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اغلب یہ ہے کہ یہ واقعہ غار سے روانگی کے بعد دوسرے دن پیش آیا ہوگا۔

میں نے تیر کی نافرمانی کی اور گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا یہاں تک کہ جب میں
رسول اللہ ﷺ کی قراءت سن رہا تھا ـــــ اور آپ التفات نہیں فرماتے تھے، جبکہ ابوبکرؓ بار بار
مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ تو میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا
پہنچے اور میں اس سے گر گیا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنا چاہا لیکن وہ اپنے پاؤں بمشکل نکال سکا۔
بہرحال جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اُس کے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھوئیں جیسا غبار اُڑ رہا تھا۔ میں
نے پھر پانسے کے تیر سے قسمت معلوم کی اور پھر وہی تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ اس کے بعد میں نے امان کے
ساتھ انہیں پکارا تو وہ لوگ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ جس وقت میں ان
سے روک دیا گیا تھا اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ
غالب آ کر رہے گا، چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپ ﷺ کے
بدلے دیت (کا انعام) رکھا ہے اور ساتھ ہی میں نے لوگوں کے عزائم سے آپ ﷺ کو
آگاہ کیا اور توشہ اور ساز و سامان کی بھی پیش کش کی مگر انہوں نے میرا کوئی سامان نہیں لیا اور نہ
مجھ سے کوئی سوال کیا۔ صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق رازداری برتنا۔ میں نے آپؐ سے گزارش کی کہ
آپؐ مجھے پروانۂ امن لکھ دیں۔ آپ ﷺ نے عامرؓ بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے
ایک ٹکڑے پر لکھ کر میرے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے۔ [۲۵]

اس واقعے سے متعلق خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی ایک روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ
روانہ ہوئے تو قوم ہماری تلاش میں تھی مگر سراقہؓ بن مالک بن جعشم کے سوا، جو اپنے گھوڑے پر آیا تھا،
اور کوئی ہمیں نہ پا سکا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ پیچھا کرنے والا ہمیں آلینا چاہتا
ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

"غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ [۲۶]

بہرحال سراقہؓ واپس ہوا تو دیکھا کہ لوگ تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کہنے لگا ادھر کی کھوج خبر سے

---

۲۵ صحیح بخاری ۱/ ۵۵۴ ـــ بنی مدلج کا وطن رابغ کے قریب تھا اور سراقہؓ نے اس وقت آپؐ کا پیچھا کیا تھا جب آپؐ قدید سے اوپر جا رہے تھے (زاد المعاد ۲/ ۵۳) اس لیے اغلب یہ ہے کہ غار سے روانگی کے بعد تیسرے دن تعاقب کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

۲۶ صحیح بخاری ۱/ ۵۱۶ ۲۷ زاد المعاد ۲/ ۵۳

چکا ہوں۔ یہاں تمہارا جو کام تھا وہ کیا جا چکا ہے۔ (اس طرح لوگوں کو واپس لے گیا) یعنی دن کے شروع میں تو چڑھا آ رہا تھا اور آخر میں پاسبان بن گیا۔ ۲۷

۵۔ راستے میں نبی ﷺ کو بُریدہ اَسلمی ملے، یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور قریش نے جس زبردست انعام کا اعلان کر رکھا تھا اسی کے لالچ میں نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تھے؛ لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے سامنا ہوا اور بات چیت ہوئی تو نقد دل دے بیٹھے اور اپنی قوم کے ستّر آدمیوں سمیت وہیں مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی پگڑی اتار کر نیزہ سے باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دُنیا کو عدالت و انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔ ۲۸

۶۔ راستے میں نبی ﷺ کو حضرت زُبیرؓ بن عوام رضی اللہ عنہ ملے۔ یہ مسلمانوں کے ایک تجارت پیشہ گروہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید پارچہ جات پیش کیے۔ ۲۹

قبا میں تشریف آوری

دوشنبہ ۸۔ ربیع الاول ۱۴ سنہ نبوت یعنی ۱ سنہ ہجری مطابق ۲۳۔ ستمبر ۶۲۲ء کو رسول اللہ ﷺ قبا میں وارد ہوئے۔ ۳۰

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمانانِ مدینہ نے مکّہ سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر سن لی تھی اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حرّہ کی طرف نکل جاتے اور آپؐ کی راہ تکتے رہتے۔ جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس چلے آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لیے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے رفقا سفید کپڑوں میں ملبوس — جن سے چاندنی چھلک رہی تھی — تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے بیخود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا: "عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب جس کا تم انتظار کر رہے تھے"۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑ

---

۲۸ رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۰۱ ۲۹ صحیح بخاری عن عروۃ ابن الزبیر ۱/ ۵۵۴

۳۰ رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۰۲۔ اس دن نبی ﷺ کی عمر بغیر کسی کمی بیشی کے ٹھیک ترپن سال ہوئی تھی اور جو لوگ آپؐ کی نبوت کا آغاز ۹۔ ربیع الاول ۴۱ سنہ عام الفیل سے مانتے ہیں ان کے قول کے مطابق آپؐ کی نبوت پر ٹھیک تیرہ سال پورے ہوئے تھے۔ البتہ جو لوگ آپؐ کی نبوت کا آغاز رمضان ۴۱ سنہ عام الفیل سے مانتے ہیں ان کے قول کے مطابق بارہ سال پانچ مہینہ اٹھارہ دن یا بائیس دن ہوئے تھے۔

پڑے ۔ ؎۳۱ (اور ہتھیار سج دھج کر استقبال کے لیے امنڈ پڑے)

ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی بنی عمرو بن عوف (ساکنانِ قبار) میں شور بلند ہوا اور تکبیر سُنی گئی ۔ مسلمان آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے استقبال کے لیے نکل پڑے ۔ پھر آپ ﷺ سے مل کر تحیۂ نبوت پیش کیا اور گرد و پیش پروانوں کی طرح جمع ہوگئے ۔ اس وقت آپ ﷺ پر سکینت چھائی ہوئی تھی ۔ اور یہ وحی نازل ہو رہی تھی ۔

..فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○ (۶۶ : ۴)

" اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد فرشتے آپ کے مدد گار ہیں " ؎۳۲

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں سے ملنے کے بعد آپ ان کے ساتھ داہنی جانب مڑے اور بنی عمرو بن عوف میں تشریف لائے ۔ یہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاوّل کا مہینہ تھا ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ چپ چاپ بیٹھے تھے ۔ انصار کے جو لوگ آتے ، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا وہ سیدھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آگئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر تان کر آپ ﷺ پر سایہ کیا تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں ۔ ؎۳۳

آپ ﷺ کے استقبال اور دیدار کے لیے سارا مدینہ امنڈ پڑا تھا ۔ یہ ایک تاریخی دن تھا جس کی نظیر سرزمین مدینہ نے کبھی نہ دیکھی تھی ۔ آج یہود نے بھی حبقوق نبی کی اس بشارت کا مطلب دیکھ لیا تھا " کہ اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا ۔" ؎۳۴

رسول اللہ ﷺ نے قبار میں کلثوم بن ہدم ـــــ اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن خیثمہ ـــــ کے مکان میں قیام فرمایا ـــــ پہلا قول زیادہ قوی ہے ۔

ادھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں تین روز ٹھہر کر اور لوگوں کی جو امانتیں

؎۳۱ صحیح بخاری ۱/۵۵۵ ؎۳۲ زاد المعاد ۲/۵۴ ؎۳۳ صحیح بخاری ۱/۵۵۵
؎۳۴ کتاب بائبل ، صحیفہ حبقوق ۳ ، ۳

رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں انہیں ادا کر کے پیدل ہی مدینہ کا رخ کیا اور قبا میں رسول اللہ ﷺ سے آملے اور کلثومؓ بن ہدم کے یہاں قیام فرمایا ۔[35]

رسول اللہ ﷺ نے قبا میں کل چار دن[36] (دوشنبہ، منگل، بدھ، جمعرات) یا دس سے زیادہ دن یا پہنچ اور روانگی کے علاوہ ۲۴ دن قیام فرمایا اور اسی دوران مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔
پانچویں دن (یا بارہویں دن یا چھبیسویں دن) جمعہ کو — آپؐ حکم الٰہی کے مطابق سوار ہوئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ردیف تھے۔ آپؐ نے بنو النجار کو — جو آپ ﷺ کے ماموؤں کا قبیلہ تھا — اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ وہ تلواریں حمائل کئے حاضر تھے۔ آپؐ نے (ان کی معیت میں) مدینہ کا رُخ کیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگیا۔ آپؐ نے بطنِ وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے۔ کل ایک سو آدمی تھے ۔[37]

مدینہ میں داخلہ

جمعہ کے بعد نبی ﷺ مدینہ تشریف لے گئے اور اسی دن سے اس شہر کا نام یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول - شہر رسول ﷺ - پڑ گیا جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت تابناک تاریخی دن تھا۔ گلی کوچے تقدیس وتحمید کے کلمات سے گونج رہے تھے اور انصار کی بچیاں خوشی ومسرت سے ان اشعار کے نغمے بکھیر رہی تھیں[38]

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

"ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا

---

[35] زاد المعاد ۲/۵۴ - ابن ہشام ۱/۴۹۳ - رحمۃ للعالمین ۱/۱۰۲

[36] یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔ دیکھئے ابن ہشام ۱/۴۹۴۔ اسی کو علامہ منصور پوری نے اختیار کیا ہے۔ دیکھئے رحمۃ للعالمین ۱/۱۰۲۔ لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قبا میں ۲۴ رات قیام فرمایا (۱/۶۱) مگر ایک اور روایت میں دس رات سے چند روز زیادہ (۱/۵۵۵) اور ایک تیسری روایت میں چودہ رات (۱/۵۶۰) بتایا گیا ہے۔ ابن قیم نے اسی آخری روایت کو اختیار کیا ہے مگر ابن قیم نے خود تصریح کی ہے کہ آپؐ قبا میں دوشنبہ کو پہنچے تھے اور وہاں سے جمعہ کو روانہ ہوئے تھے۔ (زاد المعاد ۲/۵۴، ۵۵) اور معلوم ہے کہ دوشنبہ اور جمعہ دو الگ الگ ہفتوں کا لیا جائے تو پہنچ اور روانگی کا دن چھوڑ کر کل مدت دس دن ہوتی ہے اور پہنچ اور روانگی کا دن شامل کرکے ۱۲ دن ہوتی ہے اس لیے کل مدت چودہ دن کیسے ہوسکے گی۔

[37] صحیح بخاری ۱/۵۵۵، ۵۶۰ - زاد المعاد ۲/۵۵ - ابن ہشام ۱/۴۹۴ - رحمۃ للعالمین ۱/۱۰۲۔

[38] اشعار کا یہ ترجمہ علامہ منصور پوریؒ نے کیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ اشعار (باقی اگلے صفحہ پر)

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا

اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی بھیجنے والا ہے تیرا کبریا[۳۸]

انصار اگرچہ بڑے دولت مند نہ تھے لیکن ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس کے یہاں قیام فرمائیں؛ چنانچہ آپ ﷺ انصار کے جس مکان یا محلے سے گذرتے وہاں کے لوگ آپؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد و سامان اور ہتھیار و حفاظت فرشِ راہ ہیں تشریف لائیے؛ مگر آپ ﷺ فرماتے کہ اونٹنی کی راہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ چنانچہ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھی جہاں آج مسجدِ نبوی ہے؛ لیکن آپ ﷺ نیچے نہیں اترے یہاں تک کہ وہ اٹھ کر تھوڑی دور گئی، پھر مڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ آئی اور اپنی پہلی جگہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نیچے تشریف لائے۔ یہ آپؐ کے ننہیال والوں یعنی بنو نجار کا محلہ تھا اور یہ اونٹنی کے لیے محض توفیق الٰہی تھی کیونکہ آپ ﷺ ننہیال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنو نجار کے لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے عرض معروض شروع کی لیکن ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے لپک کر کجاوہ اٹھا لیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے، آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ ادھر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آکر اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ چنانچہ یہ اونٹنی انہیں کے پاس رہی۔[۳۹]

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہمارے کس آدمی کا گھر زیادہ قریب ہے؟" حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے کہا: میرا، اے اللہ کے رسول! یہ رہا میرا مکان اور یہ رہا میرا دروازہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ! اور ہمارے لیے قیلولہ کی جگہ تیار

(بقیہ نوٹ گزشتہ صفحہ) تبوک سے نبی ﷺ کی واپسی پر پڑھے گئے تھے اور جو یہ کہتا ہے کہ مدینہ میں آپ ﷺ کے داخلے کے موقعے پر پڑھے گئے تھے اسے وہم ہوا ہے (زاد المعاد ۳/ ۱۰) لیکن علامہ ابن قیم نے اس کے وہم ہونے کی کوئی تشفی بخش دلیل نہیں دی ہے۔ ان کے برخلاف علامہ منصور پوری نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ اشعار مدینہ میں داخلے کے وقت پڑھے گئے اور ان کے پاس اس کے ناقابل تردید دلائل بھی ہیں۔ دیکھئے رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۰۶

[۳۹] زاد المعاد ۲/ ۵۵۔ رحمۃ للعالمین ۱/ ۱۰۶

کر دو۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں اللہ برکت دے۔[۳۸]

چند دن بعد آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سَودَہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ اور ام کلثومؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور اُمّ ایمنؓ بھی آگئیں۔ ان سب کو حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آل ابی بکر کے ساتھ جن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں لے کر آئے تھے؛ البتہ نبی ﷺ کی ایک صاحبزادی حضرت زینبؓ، حضرت ابو العاصؓ کے پاس باقی رہ گئیں۔ انہوں نے آنے نہیں دیا اور وہ جنگِ بدر کے بعد تشریف لا سکیں۔[۴۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار آگیا۔ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ۔ ابّا جان آپ کا کیا حال ہے۔؟ اور اے بلال! آپ کا کیا حال ہے؟ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو بخار آتا تو یہ شعر پڑھتے!

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنَىٰ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

"ہر آدمی سے اسکے اہل کے اندر صبح بخیر کہا جاتا ہے حالانکہ موت اُسکے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حالت کچھ سنبھلتی تو وہ اپنی کربناک آواز بلند کرتے اور کہتے:

الا ليت شعری هل ابيتن ليلة بواد وحولی اذخر و جليل

وهل اردن يوما مياه مجنة وهل يبدون لی شامة وطفيل

"کاش مَیں جانتا کہ کوئی رات وادی (مکہ) میں گذار سکوں گا اور میرے گرد اِذخر اور جلیل (گھاس) ہوں گی۔ اور کیا کسی دن مجنہ کے چشمے پر وارد ہو سکوں گا اور مجھے شامہ اور طفیل (پہاڑ) دکھلائی پڑیں گے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی فضا صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مُد (غلے کے پیمانوں) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جُحفہ پہنچا دے۔"[۴۲] اللہ نے آپ ﷺ کی دُعا سُن لی اور حالات بدل گئے۔

یہاں تک حیاتِ طیبہ کی ایک قسم اور اسلامی دعوت کا ایک دور (یعنی مکّی دور) پورا ہو جاتا ہے۔

---

[۳۸] صحیح بخاری ۱/۵۵۶ [۴۱] زاد المعاد ۲/۵۵ [۴۲] صحیح بخاری ۱/۵۸۸، ۵۸۹